Daily DIN
سپیشل ایڈیشن

امریکی ”نوازشات“ کی شکار ریاستیں!

امریکا پوری دنیا کے وسائل ہڑپ کرنا چاہتا ہے

پاکستان امریکہ سے خلاصی کرائے بغیر ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا

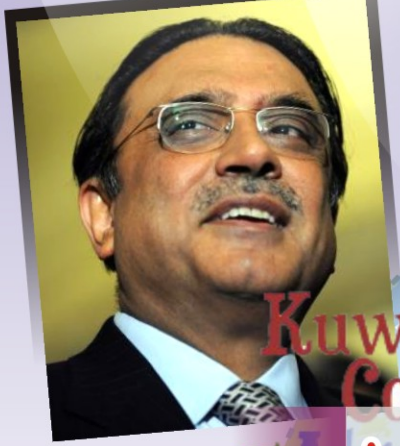

سہیل احمد لون

نسل انسانی کی مجموعی تاریخ کو اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کی طرف سے انسان کو عطا کی ہوئی تمام صلاحیتوں کی پوری طرح نشوونما کی ضمانت موجود ہے۔نوع انسان کی ترقی کے لیے ایسے معاشرے کی ضرورت ہے جو نہ تو سخت گیر ہو اور نہ بالکل آزاد۔معاشرہ ایسا ہونا چاہیے جس میں افراد کو زیادہ سے زیادہ آزادی فکر بھی حاصل ہو اور ایک دوسرے پر تنقید کرنے کا حق بھی۔لیکن اس کے ساتھ اس آزادی کی حدود نہایت صاف طور پر متعین کردی جائیں تا کہ ایک فرد کی آزادی دوسرے فرد کی آزادی سے متصادم نہ ہو بلکہ دونوں ایک ساتھ قائم رہ سکیں۔لیکن یہ کافی نہیں کہ اس قسم کا معاشرہ صرف ایک ملک یا چند ممالک میں قائم ہو جائے اور باقی دنیا میں دوسری قسم کا معاشرہ اپنے مکمل وجود کے ساتھ موجود رہے گا۔لہٰذا ضروری ہے کہ یہ متوازن اور ترقی پسند معاشرہ بین القوامی سطح پر قائم کیا جائے یعنی اقوام عالم کا اتحاد قائم ہونا چاہیے، جو اخلاقی اور ترقی پسندانہ اصولوں پر قائم ہو اور تمام ممبر ممالک اس کے فیصلوں کے پابند ہوں۔ بین الاقوامی طور پر انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ادارے قائم کئے گئے جن کا مقصد دنیا میں متوازن معاشرے کو فروغ دینا ہے مگران اداروں میں اجارہ دری ان ملکوں کی ہے جو معاشی اور اقتصادی لحاظ سے طاقتور ہیں۔انسانی تاریخ اس چیز کی بھی گواہ ہے کہ طاقتور کمزور کا استحصال بھی کرتا اور اس کو معاشرے میں ایسے مقام پر پہنچنے سے روکے گا جہاں سے اس کو یہ محسوس ہونا شروع ہو جائے کہ کمزور طاقتور ہونا شروع ہو رہا ہے جو اس کی ''چوہدراہٹ'' کے لیے خطرے کی علامت بن سکتا ہے سو اسے عبرت کا نشان بنانے کے لیے ہر قسم کا غیر انسانی ہتھکنڈا استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ظلم کدہ میں بیٹھے اکثر ان کو ایسے جلاد نما ساقی مل جاتے ہیں جو اپنے ملک سے بے وفائی کر کے اپنے آقا کو خوش کرنے کے لیے غریبوں کا لہو پیمانے میں ڈال کر پیش کرتے ہیں جس کے نشے میں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان سے پہلے بھی ایسی قومیں آئیں جن کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا مگر قانون قدرت یہ بھی ہے کہ ہر دن کے بعد رات کا اندھیرا، عروج کے بعد زوال، زندگی کے بعد موت ضرور آتی ہے۔مملکت روما ہو یا سلطنت عثمانیہ، آخر زوال پزیر ہوئیں۔آج جب انسان ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ چکا

جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہونے والے پہلے دس ممالک میں ایک بھی مسلمان ملک شامل نہیں

ہے جہاں دنیا سمٹ کر حقیقی معنوں میں گلوب بن گئی ہے۔اس پرانی حکمرانی کا تاج سر پر سجانے کا شوق ہی دراصل دنیا میں معاشی بحران کی اصل جڑ ہے۔اقوام متحدہ کہنے کو تو عالمی ادارہ ہے جس کا کام دنیا میں امن وامان قائم رکھنا ہے مگر اس وقت تو حالت یہ ہے کہ امریکہ ہی اقوام متحدہ بنا بیٹھا ہے۔جو اس وقت خود بھی زوال پذیری کے دور سے گزر رہا ہے۔اپنی معاشی اور اقتصادی حالت کو مکمل تباہ ہونے سے بچانے کے لیے وہ کسی نہ کسی ملک کے قدرتی وسائل پر قبضہ کر کے اپنا آخری وقت گزارتا جا رہا ہے۔ قدرتی وسائل کے خزانوں پر بیٹھنے والا یہ ناگ جہاں بھی تیل، معدنیات، قدرتی گیس کے ذخائر دیکھے وہاں اپنے ساتھی سانپولیوں کی فوج لے کر پہنچ جاتا ہے۔اکثر اس کا ہدف اسلامی ممالک ہی بنے ہیں جو اس کو دودھ بھی پلاتے ہیں اور اس سے ڈسواتے بھی ہیں۔بدقسمتی سے سلامی ممالک اسے اتحاد کی پٹاری میں بند نہیں کرتے بلکہ اس کو جب بھی موت کی آخری ہچکی آنے لگتی ہے کچھ آب حیات اسے مہیا کر دیا جاتا ہے۔جس سے اس کا عرصہ حیات کچھ اور دراز ہو جاتا ہے۔اس وقت دنیا میں معاشی بحران کے ساتھ دہشت گردی بھی عروج پر ہے۔اصل میں معاشی بحران اور دہشت گردی ایک سکے کے دو پہلو ہیں۔اس کو پھیلانے کے ذمہ دار ہی وہ ہیں جنھیں اس کا سدباب کرنا چاہیے۔اس وقت اگر ان ممالک کا تجزیہ کیا جائے جو اس وقت دنیا کی نظر میں خطرناک ترین ملکوں میں شمار کیے جاتے ہیں تو اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ دنیا کے 10 خطرناک ترین ممالک کی فہرست میں اکثریت اسلامی ممالک کی ہے۔ان میں وہ ملک شامل ہیں جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں یا جغرافیائی لحاظ سے خاص اہمیت کے حامل یا ایٹمی طاقت ہیں یا ایٹمی طاقت بن سکتے ہیں۔ان کو اس حالت تک پہنچانے میں کسی نہ کسی طرح امریکہ کا ہاتھ ہے۔اگر دنیا میں ان ممالک کا جائزہ لیا جائے جہاں جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے تو ان میں پہلے 10 ممالک میں کوئی اسلامی ملک شامل نہیں۔اس میں اکثریت ان ممالک کی ہے جن کی اقوام متحدہ میں اجارہ داری ہے جس میں امریکہ کا اپنا نمبر سب سے پہلے آتا ہے۔اگر ان ممالک کی بات کی جائے جہاں پر جرم رپوٹ ہونے کی شرح سب سے کم ہے تو ان میں اکثریت اسلامی ملکوں کی ہے۔آج جن ممالک کو دنیا کا خطرناک ترین ملک قرار دیا جا رہا ہے کیا وہ شروع سے ہی ایسے تھے یا ان کو ایسی حالت میں پہنچایا گیا ہے۔وہ کیا محرکات تھے؟ ان کو اس حالت سے بچانے یا نکالنے کے لیے اقوام متحدہ یا امریکہ کا اپنا کیا کردار رہا؟ امریکہ کا ان ممالک سے رویہ کیسا رہا؟ کیا آنے والے وقت میں خطرناک ترین ملکوں کی فہرست میں مزید اسلامی ملکوں کا اضافہ ہونے والا ہے؟

صومالیہ: 10 خطرناک ملکوں کی فہرست میں سب سے پہلا نمبر صومالیہ کا ہے جہاں بسنے والوں کی اکثریت مسلمان ہیں۔یکم جولائی 1960ء میں امریکہ نے صومالیہ کو تسلیم کیا۔اگر چہ امریکہ نے صومالیہ سے اپنے سفارتی تعلقات باضابطہ طور پر کبھی نہیں توڑے۔1991ء میں Said Barre کی حکومت کے خاتمے کے بعد صومالیہ میں امریکی سفارت خانہ بند کر دیا گیا۔ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے صومالیہ کی عبوری حکومت کو تسلیم کیا ہے جسے اقوام متحدہ کی بھی حمایت حاصل ہے۔مگر موجودہ عبوری حکومت کے امریکی اسلحہ خریدنے پر پابندی ہے۔خانہ جنگی پھیلنے کے بعد جب پرتشدد واقعات بہت بڑھ گئے تو ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے صومالیہ میں امدادی کارروائیوں کے انعقاد کے لیے ایک محفوظ ماحول پیدا کرنے کے لیے ایک فوجی اتحاد کا اعلان کیا۔ یہ اتحاد Untied Task Force (UNITAF) دسمبر 1992ء میں امن بحال کرنے صومالیہ داخل ہوتا ہے اور مئی 1993ء میں اس کی جگہ اقوام متحدہ کے (UNISOM II) نے صومالیہ میں آپریشن کے لیے لے لی۔ موغادیشو میں جب اس آپریشن کے دوران 1000 سے زائد سولین سمیت 19 امریکی فوجی بھی ہلاک ہو گئے تو 3 مارچ 1995ء کو Operation United Shield روک کر فوج کو واپس بلا لیا گیا۔صومالیہ میں امن اب تک بحال نہ ہو سکا جس کی وجہ سے صومالین عوام کی بہت بڑی تعداد پناہ کی تلاش میں ان ممالک میں پہنچ گئی جہاں جنیوا کنونشن کے تحت اسائلم دیا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا میں عراق اور افغانستان کے بعد صومالیہ کے مہاجروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔صومالیہ میں امن و امان قائم کرنے میں امریکہ سمیت اقوام متحدہ تا حال اپنا کردار نبھانے میں ناکام ہے۔

عراق: 1963ء میں امریکہ نے عراق کی حکومت کے خاتمے کے لیے جنرل عبدالکریم قاسم کا بھرپور ساتھ دیا۔جنرل قاسم کی ہلاکت کے بعد اس کے جانشین سے بھی اپنے تعلقات بڑے اچھے رکھے۔1967ء میں عراق سے امریکہ نے اپنا سفارتی تعلق توڑ دیا۔1968ء میں ال باقر Al Baker نے اقتدار پر قبضہ کیا مگر ان تعلقات میں کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔یہ تعلقات 16 سال تک منقطع رہے۔1980ء میں جب عراق نے ایران پر حملہ کیا تو اسے امریکی حمایت حاصل تھی۔صدر ریگن اور جارج ڈبلیو بش انتظامیہ نے اپنے تعلقات صدام انتظامیہ سے بہتر رکھے۔1991ء میں عراق کو خلیج جنگ کے لیے پہلے اکسایا گیا پھر حسب روایت امریکہ اور اس کے اتحادی ثالثی کا کردار نبھانے تیل کے ذخائر تک رسائی حاصل کرنے کے پلان میں کامیاب ہو گئے۔ ریگن اور بش انتظامیہ نے متعدد دوہرے استعمال کی اشیاء مثلاً ایسے کیمیکل جو کیمیائی ہتھیار بنانے کے علاوہ زندہ وائرس یا بکٹیریا کی تیاری میں بھی استعمال ہوسکتے تھے عراق کو فروخت کیے۔جن سے ادویات کے ساتھ حیاتیاتی ہتھیار تیار کیے جا سکتے تھے۔اسی کو بنیاد بنا کر امریکہ نے عراق پر چڑھائی کی۔عراق جس کا تعلق ان اسلامی ریاستوں میں سے تھا جو تیل کی دولت سے مالا مال تھیں۔آج امریکی جارحیت کی وجہ سے عراقی باشندوں کی ایک بھاری تعداد دوسرے ممالک میں مہاجروں والی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔یوں دیوالیہ ہوتا ہوا امریکہ مکاری سے خلیج میں پاؤں جما کر کم از کم ایک دہائی کے لیے اپنے فوجی بجٹ کی سر درد ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

افغانستان: امریکی صدر آئزن ہاور نے دسمبر 1959ء میں کابل کا دورہ کیا۔1950ء سے 1979ء تک افغانستان کو 500 ملین ڈالر کی امداد دی گئی۔1960ء میں افغانستان کے آخری شہنشاہ ظاہر شاہ نے امریکہ کا دورہ کر کے امریکی صدر جان کینڈی سے ملاقات کی۔اپریل 1978ء میں Saur انقلاب کے بعد ان دونوں ممالک میں تعطل آ گیا۔1979ء میں افغانستان میں امریکی سفیر کے قتل ہونے کے بعد سفارتی تعلقات میں مزید کشیدگی آ گئی۔سوویت یونین کے حملے کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے سوویت یونین کی فوج کو افغانستان سے نکالنے کے لیے افغانستان کی حمایت کی۔جس کے لیے پاکستان کو آلہ ءکار اور ضیاع الحق کو مہرہ بنایا گیا۔افغانستان سے سوویت یونین کی فوج تو نکل گئی مگر اس دور میں بیجے گئے بیج آج تناور درخت بن چکے ہیں جن کی مضبوط جڑیں افغانستان سمیت سارے پاکستان میں بھی پھیل چکی ہیں۔اب امریکی فوج اپنے اتحادیوں کے ساتھ یہاں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ اب پاکستان کو مشرقی سرحد سے زیادہ اندرون خانہ اور شمالی سرحد پر فوج اور رینجرز کی ضرورت زیادہ رہتی ہے۔جب سے نیٹو فورسز نے افغانستان میں اپنا ڈیرہ ڈالا ہے افغانستان کا شمار بھی دنیا کے ان خطرناک ترین ممالک میں کیا جاتا ہے جہاں عوام کی کثیر تعداد اپنی جان بچانے کے لیے مہاجروں والی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔پتھریلی چٹانوں میں خوار ہوتے ہوئے نیٹو فورسز پر اتنا کثیر سرمایہ خرچ ہو رہا ہے کہ دنیا معاشی بحران کا شکار ہو گئی ہے۔سوویت یونین کی فوج سے زیادہ نیٹو فورسز نے افغانستان میں انسانی خون کی ہولی کھیلی ہے۔

دنیا میں جہاں کہیں تیل، معدنیات کے ذخائر کی خبر ملی، امریکا حواری فوجوں کے ساتھ آدھمکا

ہیٹی 1804ء میں فرانس کے تسلط سے آزاد ہونے والے ہیٹی کو امریکہ نے 1862ء میں تسلیم کیا۔ 1857 سے 1913ء تک امریکی بحریہ نے 19 بار اپنے بحری جہاز ہیٹی بھیجے۔بالآخر 1915ء کو ہیٹی پر قبضہ کر لیا۔1934ء میں جب ہیٹی کے باشندوں نے متحد ہو کر مزاحمت کی تو امریکی فوج کو یہاں سے نکلنا پڑا۔1957 سے 1971ء تک ہیٹی پر فرینکوئس ڈیولیئر Francois Duvalier کا آمرانہ دور رہا۔جس کو امریکی حمایت اس لیے حاصل تھی کیونکہ فرینکوئس کی پالیسی کیمونزم کے خلاف تھی یوں سرد جنگ کے دوران کیوبا کے کیمونزم کے خلاف ایک مخالف ہتھیار کے طور پر استعمال کی گئی۔جب فرینکوئس ڈیولیئر کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا جین کلاؤڈ Jean Cluade اس کا جانشین بن گیا۔جسے امریکی آشیرباد حاصل تھا۔بعد ازاں ریگن انتظامیہ نے اسے اقتدار چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔اس کے بعد ہیٹی کی امداد بھی معطل کر دی گئی۔جارج ڈبلیو بش انتظامیہ نے بھی ہیٹی کو دی جانے والی امداد پر بندش کا سلسلہ جاری رکھا۔ماسوائے انسانی بنیادوں پر دی جانے والی امداد کے۔ 1991 سے 1994ء تک کلنٹن انتظامیہ نے ہیٹی پر معاشی امداد کی پابندی لگائے رکھی۔جس سے ملک میں غربت بہت بڑھ گئی۔1994ء میں امریکہ نے Artistede کی حکومت کو بحال کروانے کے لیے فوجی مداخلت کی۔جسے 2004ء میں کرپشن کی وجہ سے مسلح باغیوں نے جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا۔امریکی پالیسی اور مداخلت کی وجہ سے ہیٹی کی حالت ابتر ہوتی گئی۔اقوام متحدہ کے کرتا دھرتا نے کی وجہ سے امریکہ کا یہ فرض تھا کہ اپنی پالیسی ایسے بناتا جس سے جمہوریت کو فروغ ملتا، ادارے مضبوط ہوتے، غربت، ناخواندگی اور غذائی قلت کا خاتمہ کیا جا سکتا، انسانی حقوق کا احترام کیا جاتا، دو طرفہ تجارت کو فروغ ملتا، مگر معاملہ اس کے برعکس تھا۔جس کی وجہ سے 76 فیصد ہیٹی مہاجرین میں سے 60 فیصد مہاجرین امریکہ کی وجہ سے بنے۔گزشتہ 2 برس میں امریکی کوسٹ گارڈز نے ایک لاکھ سے زائد ہیٹی باشندوں کو غیر قانونی طریقے سے سمندری سرحد عبور کرتے ہوئے پکڑا۔2010ء میں زلزلے سے ہیٹی میں غربت اور معاشی بحران میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔جس سے شدت پسندی اور جرائم کے واقعات میں بھی تیزی آئی ہے۔

پاکستان: پاکستان کے ساتھ امریکی تعلق قمیض میں لگے کاج اور بٹن کی طرح ہے۔ جو بنے تو ایک دوسرے کی خاطر ہوتے ہیں مگر بعض اوقات سیاسی موسم، حالات اور مصلحت کی بنا پر کاج اور بٹن بند اور کھلتے رہتے ہیں۔بس اس میں بٹن کا کردار امریکہ کا ہوتا ہے جو ہر حال میں کاج کے اوپر ہی رہتا ہے۔امریکہ سے باقاعدہ سفارتی تعلقات کا آغاز لیاقت علی خان نے اس وقت کیا جب انہوں نے روس کا سرکاری دورہ منسوخ کر کے امریکہ جانے کو ترجیح دی۔آج تک ان تعلقات میں مدو جذر آتا رہا ہے۔جمہوریت کو مضبوط بنانے کا نعرہ لگانے والے امریکہ نے ہمارے آمروں کو جمہوری رہنماؤں پر زیادہ فوقیت دی۔اپنے زیادہ تر غلیظ کام بھی آمروں سے کروائے۔جس کے انعام میں آمرانہ ادوار میں ملنے والی امداد ہے جو جمہوری حکومتوں کے دور سے زیادہ ہے۔افغانستان اور سوویت یونین کی جنگ میں امریکہ کی کٹھ پتلی بننے کا خمیازہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔جب سے امریکی فوج اور اس کے اتحادیوں نے ہمارے خطے میں قدم رکھا ہے پاکستان بھی دنیا کے خطرناک ترین ملکوں کی صف میں کھڑا ہو گیا ہے۔ہم انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہو کر "آزاد ریاست" بنانے میں تو کامیاب ہو گئے مگر آج بھی ہم بالواسطہ یا بلا واسطہ غلامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔آج ہمارے داخلی امور میں امریکہ ایسے رچ بس گیا ہے جیسے رگوں میں خون......! آزاد ریاست میں حکومت بنانی، بچانی یا توڑنی ہو تو اس کا فیصلہ واشنگٹن میں کیوں ہوتا ہے؟ دہشت گردی کی یہ فضاء امریکی فوج اور اس کے اتحادیوں کے آنے سے پہلے تو ہمارے خطے میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔امریکہ کو دوست کہنے والے یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اس کی دوستی سے آج تک ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟ ماضی کی طرح اب بھی جمہوری حکومت کو امریکہ سے سفارتی تعلقات برقرار رکھنے میں دشواری کا سامنا ہے۔

جہاں پر جرم رپوٹ ہونے کی شرح سب سے کم ہے ان میں اکثریت اسلامی ملکوں کی ہے

سوڈان: امریکہ کے ساتھ سوڈان کے اچھے سفارتی تعلقات کا آغاز 1956ء میں ہوا تھا۔امریکہ نے سوڈان کو برطانوی سامراج سے آزاد ہونے کے بعد بہت جلد تسلیم کیا۔1989ء تک واشنگٹن ڈی سی اور خرطوم کے درمیان تعلقات بڑے خوشگوار رہے۔فروری 2003ء میں خانہ جنگی کے بعد امریکہ نے اس پر اقتصادی پابندیاں لگا دیں۔سوڈان افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے جس میں مسلم آبادی کی اکثریت ہے۔ جو محل وقوع اور جغرافیائی اعتبار سے افریقہ میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو پاکستان کی ایشاء میں ہے۔سوڈان بحیرہ احمر (Red Sea) پر واقع ہے جس کی سرحد مصر کے علاوہ افریقہ کے سات دیگر ممالک سے بھی ملتی ہے۔سوڈان کا مغربی علاقہ دارفور (Darfur) ہے جس کا سائز فرانس کے برابر ہے۔مگر اس کی آبادی صرف 6 ملین ہے۔سوڈان میں دریافت ہونے والے قدرتی وسائل امریکہ کی للچائی نظر سے محفوظ بھلا کیسے رہ سکتے تھے۔جن میں تیل، قدرتی گیس کے علاوہ دنیا کے تیسرے بڑے یورینیم (High purity Uranium)، دنیا کے چوتھے بڑے تانبے (Copper) کے ذخائر شامل ہیں۔سعودی عرب کے برعکس سوڈانی حکومت نے واشنگٹن کے سامنے اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔قدرتی ذخائر اور وسائل کو حاصل کرنے کے لیے سوڈان نے امریکہ کی بجائے چین سے معاونت لینے کو ترجیح دی۔تیل کے پیاسے امریکہ نے اس جرم کی سزا سوڈان میں خانہ جنگی کے دوران علیحدگی پسند تحریک کی حمایت کر کے دی۔2005ء میں اقوام متحدہ دارفور (Darfur) میں امن معاہدہ کروانے پہنچ گیا۔آج سوڈان کا شمار بھی دنیا کے خطرناک ترین ملکوں میں کیا جاتا ہے۔

جمہوریہ کانگو: جمہوریہ کانگو کو امریکہ نے 1960ء میں تسلیم کیا۔ 1965 سے 1977ء تک کانگو سے امریکہ نے اپنے سفارتی تعلقات کا سلسلہ روکے رکھا۔1990ء میں Denis Sasson-Nguesso نے واشنگٹن کا دورہ کیا۔ جس کے بعد امریکہ سے سفارتی تعلقات میں بہتری آنا شروع ہوگئی۔1992ء میں وزیر اعظم Andre Milongo نے واشنگٹن میں صدر بش سے ملاقات کی۔1997ء میں جنگ کی وجہ سے امریکن ایمبیسی کو خالی کروالیا گیا۔2001ء میں امریکی سفارتکار نے دوبارہ وہاں کام کرنا شروع کر دیا۔2006ء میں جمہوریہ کانگو میں پہلی بار جمہوری صدر منتخب کیا گیا۔جسے امریکہ کی حمایت حاصل تھی۔تاحال امریکہ کانگو میں امن کی فاختہ نہیں لا سکا۔

لبنان 1943ء میں آزادی پانے والے لبنان نے 1948ء میں عرب جنگ میں حصہ لیا۔23 مارچ 1949ء کو اسرائیل کے ساتھ امن معاہدے پر دستخط کیے۔ آزادی کے بعد لبنان سیاسی بحران سے دوچار رہا۔1958ء میں صدر کیملی Camillie کے دور میں بغاوت کو کچلنے کی غرض سے امریکی افواج نے لبنان میں قدم رکھا۔ 1960 کی دہائی میں لبنان میں امن رہا پھر 1970ء میں فلسطینی مہاجروں کی وجہ سے لبنان کا امن بھی خراب ہو گیا۔1975 سے 2005 تک امریکہ نے لبنان کو 400 ملین سے زائد کی امداد فراہم کی۔2006-2007 میں ایک ارب ڈالی کی اضافی امداد بھی دی گئی۔اسرائیل کو امریکہ کی مکمل حمایت حاصل تھی۔خوشحال، پرامن اور مستحکم لبنان مشرق وسطی کی سالمیت کے لیے نہایت ضروری ہے۔مگر فلسطین کا مسئلہ جو بڑی پلاننگ کے ساتھ تیار کیا گیا تھا کیسے ممکن ہے اس کو اقوام متحدہ اور امریکہ خود ہی حل کرے۔اس کا مقصد تو عرب ممالک کے تیل کے ذخائر کو قابو کرنا ہے۔ زمبابوے: زمبابوے میں کالے گوروں میں نسلی امتیاز کی وجہ سے حالات کشیدہ رہتے ہیں۔حزب اختلاف کی سفید فورسز کو امریکی اور برطانوی حمایت حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے حالات اتنے بگڑ گئے ہیں کہ زمبابوے کا شمار بھی دنیا کے خطرناک ترین ممالک میں ہوتا ہے۔وہاں امن کیسے ہوسکتا ہے جہاں ثالث ہی فریق بن جائے؟

فلسطین: کشمیر کی طرح فلسطین بھی مظلوموں کی آماجگاہ ہے۔فلسطین کی ریاست کو امریکہ نے کبھی دل سے تسلیم ہی نہیں کیا۔اسرائیل کے خالق بھلا فلسطین کی حمایت کیسے کریں گے؟ فلسطین میں امریکہ کا اپنا کوئی باقاعدہ سفارت خانہ بھی نہیں۔اسرائیلیت اور امریکن گردی کے باعث برسوں سے معصوم جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے والوں کی دہشت گردی کا سب سے بڑا ثبوت ہی فلسطین پر ہونے والے مظالم ہیں۔جس کا اثر پورے عالم اسلام پر پڑتا ہے۔ آزادی کی تحریکوں میں حصہ لینے والے آخر جہادی بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔جب تک فلسطین کا منصفانہ حل تلاش نہ کیا جائے گا تب تک دہشت گردی کے سیلاب میں بے گناہ لوگوں کی جانیں ضائع ہوتی رہیں گی۔

اسی طرح روشنیوں اور قائد کے شہر کراچی کا شمار دنیا کے ان شہروں میں کیا جانے لگا ہے جہاں مجرمانہ سرگرمیاں عروج پر ہیں۔جس ملک میں امن وامان نہ ہو وہاں کے سب سے بڑے شہر میں ایسا حال کوئی عجیب بات نہیں۔ ظاہر ہے ملکی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے سب سے بڑے تجارتی شہر کو جرائم پیشہ لوگوں کی آماجگاہ بنانے سے باقی ملک کا دیوالیہ خود ہی ہو جائے گا۔اگر وطن عزیز کو خطرناک ترین ممالک کی فہرست سے نکالنا ہے تو اس کے لیے امریکی شکنجے سے آزاد ہونا بہت ضروری ہے اور اُس کیلئے اس سے بہتر وقت شاید ہمیں تاریخ دوبارہ فراہم نہ کرے۔جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے انہیں بتا دینا ہی ضروری ہے کہ تاریخ نہیں انسان اپنی غلطیوں کو دوہراتا ہے۔اور جب ہم ماضی کی غلطیوں کو مستقبل میں دوہرا کر ویسے ہی نتائج حاصل کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ تاریخ نے اپنے آپ کو دوہرایا ہے حالانکہ اگر انسان اپنی غلطی دوہرانا چھوڑ دے تو دنیا کے کسی خطے میں تاریخ اپنے آپ کو نہیں دوہرائے گی۔ممکن ہے دنیا کی کسی دوسری قوم کے پاس ابھی بہت سی غلطیاں کرنے کی گنجائش ہو لیکن ہمارے پاس اب غلطی کی کوئی گنجائش نہیں اور اس سے بڑی غلطی اور کیا ہو گی کہ ہم اب بھی امریکہ کو اپنا دوست سمجھیں!

دنیا کے 10 خطرناک ترین ممالک

1۔ صومالیہ (اسلامی)
2۔ عراق (اسلامی)
3۔ افغانستان (اسلامی)
4۔ ہیٹی
5۔ پاکستان (اسلامی)
6۔ سوڈان (اسلامی)
7۔ جمہوریہ کانگو
8۔ لبنان (اسلامی)
9۔ زمبابوے
10۔ فلسطین (اسلامی)

دنیا کے 10 بڑے جرائم پیشہ شہر

1۔ کیپ ٹاؤن۔ساؤتھ افریقہ
2۔ نیواورلینز ۔ امریکہ
3۔ کیراکاس۔ وینزویلا
4۔ کیوداد۔میکسیکو
5۔ موغادیشو۔صومالیہ
6۔ ریوڈے جائیریو۔برازیل
7۔ گروزنی۔روس
8۔ کراچی۔پاکستان
9۔ بغداد۔عراق
10۔ ڈویٹرئیٹ۔امریکہ

دنیا میں زیادہ جرم رپورٹ ہونے والے 10 ممالک

1۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ
2۔ برطانیہ
3۔ جرمنی
4۔ فرانس
5۔ روس
6۔ جاپان
7۔ جنوبی افریقہ
8۔ کینیڈا
9۔ اٹلی
10۔ بھارت

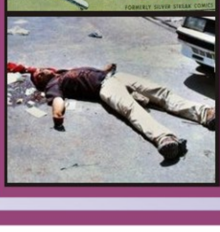

دنیا میں کم جرم رپوٹ ہونے والے 10 ممالک

1۔ برکینا فارس
2۔ مالی
3۔ شام
4۔ کولمبیا
5۔ یمن
6۔ میانمار
7۔ انگولا
8۔ کیمرون
9۔ ویت نام
10۔ بنگلہ دیش

Designed by: Awais Saeed